ترجمہ از مجلہ رابطۃ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ

مستشرقین کے اسلام دشمن
استعماری افکار

بقلم: ڈاکٹر محمد البہی
ترجمہ: ابوالحسین سید محبوب علی شاہ
اردن یونیورسٹی
حال استاذ عربی دارالعلوم حقانیہ

اسلام اور مسلمانوں کے بارہ میں مستشرقین کا رویہ

سرسید نے برصغیر میں انگریزی استعمار کیلئے فضا سازگار بنائی۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو استعماری عزائم کی تکمیل کے لئے مناسب میدان میسر تھا۔

★

مستشرقین کی کتابیں دو طرح کے میلان سے بھرپور ہیں:

۱۔ اسلامی ممالک میں استعمار کا مسلط کرانا۔

۲۔ ان ممالک کے لوگوں میں سے اجنبی اثر و نفوذ اور ان کی بالادستی پر راضی رکھنے کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا۔

چنانچہ اس مقصد برآری کے لئے مستشرقین نے دو طریقے بروئے کار لائے۔

۱۔ اسلامی دینی اقدار و قیم کو ضعیف قرار دینا، اور اسلامی وحدت سے لوگوں کو مایوس کرنا۔

۲۔ اجنبی داخل کردہ افکار کی عظمت بیان کرنا۔

ان کے اسلامی اقدار کو کمزور دکھانے کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ یا تو ایسا کرتے ہیں کہ اسلام کے بعض ارکان و مبادی کی ایسی تشریح کرتے ہیں۔ کہ مسلمان اسکو حسب تشریح کمزور کردیں۔

۲۔ اور یا کسی اصل اسلامی کی غلط شرح و تفسیر کی بنیادوں پر ایک نئی فکر ایجاد کرتے ہیں۔ اور پھر یہ ایک مذہب بن جاتا ہے۔ اور اس کے عقیدتمند اپنے قوت ایمان کے ساتھ اسکی مدافعت کرنے لگ جاتے ہیں۔

مثلاً مستشرق زکوٰۃ کے رکن کی اس طرح شرح بیان کرتے ہیں :

"بیشک مادی اموال ــــ اسلام کی نظر میں ــــ نجس اور شیطانی اصل سے ہیں ۔ اور مسلمان اس سے فائدہ لینے کے حقدار ہیں، بشرطیکہ وہ اسے پاک کریں ۔ اور یہ تب ہو سکتا ہے کہ ان اموال کو خدا تعالیٰ کی طرف لوٹا دیں" [1]

اس طرح مستشرق دنیا کی پیدائش کو اسلام کی نظر میں پیش کرتے ہوئے کہتا ہے :

بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے ۔ جو زمین کو اپنے طاقتور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے ۔ اور اس کے پاؤں زمرد پر ہیں جیسے ایک بیل اپنے دونوں سینگوں پر اٹھائے ہوئے ہے ۔ اور یہ بیل ایک بہموت نامی مچھلی پر کھڑا ہے ۔ اور یہ مچھلی ایسے وسیع پانی پر تیرتی ہے جسکی وسعت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ۔ [2]

اسی طرح مستشرق مرد کی عورت پر برتری کا ذکر تفوق " SUPERIORITY " کے فکر سے کرتا ہے ۔ اور کہتا ہے ۔ کہ اسلام کی نظر میں یہ ایک امارت ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نچلے شخص کو اونچے شخص کے لئے پیدا کیا ہے ۔

اور اسکی آڑ میں وہ طرح طرح کی باتیں نکالتے ہیں ۔ تاکہ عورت کو گھٹیا بنانے اور اسے غلامی و تابعداری سے منسوب کرنے کی بابت وسیلہ پکڑا جائے ۔

اسلام کا ایک مبداء یہ ہے کہ " مسلمان کسی غیر مسلم کی دوستی قبول نہیں کرتا " جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : یایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم ۔

مستشرق اسکی اس طرح شرح کرتا ہے :

کہ دوسری اقوام کے ساتھ دست تعاون بڑھانے کی رغبت نہ کی جائے ۔ یا غیر مسلموں کی سربراہی سے نفرت کی جائے ۔ اگرچہ ان میں یہ صلاحیت مسلمانوں سے کہیں زیادہ موجود ہو ۔

جہاد کے بارہ میں کہتے ہیں کہ :

جہاد فی الاسلام ، ایک جارحیت ہی کی فکر ہے ۔ اسلام نے اسے شرعی و دینی رنگ دیا کہ مسلمان غیر مسلموں کی جارحیت کو روکیں اور اپنی جان و مال کی حفاظت کریں ۔ ۔ ۔ ۔

---

[1] دراسۃ عن الاسلام فی افریقیا السوداء ص ۳ [2] کتاب مذکور : ص : ۲۹

یہ غذبہ جارحیت اور عدوان کی طرف میلان والی فکر ہے ۔

اس طرح :

ایک مسلمان عورت کی ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی کی حرمت کے مبدا کی اس طرح شرح کرتے ہیں :
کہ "یہ جنسیت کی فکر ہے ۔ جو قوم پرستی کے کریہہ جذبے یا غرور کی وجہ سے ایک قوم
کی دوسری قوم پر برتری کی خاطر قائم ہے ۔ حالانکہ اس قسم کی برتری کا عقلی و نقلی کوئی ثبوت
نہیں بلکہ یہ تو درکنار اسلام کے بارہ میں کہتے ہیں : کہ یہ محمد (صلعم) کی پیداوار ہے
جس میں تحریف و تبدیل کی گئی ہے ۔۔۔۔ (دیکھئیے ان کا دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۔)

اصول اسلام کے کسی رکن اور اصل کی ایک خاص قسم تفسیر و تشریح کی آڑ میں اسلامی و دینی اقدار کا ضعیف بنانا آخر کار مذاہب اسلامیہ میں سے ایک مذہب بن جاتا ہے ۔ جیسا کہ انیسویں صدی عیسوی میں مرزا غلام احمد قادیانی کی مشینری نے " احمدی مذہب " کو جنم دیا ۔ یہ مذہب تب بنا کہ اس کے لئے ثقافتی روحی اور فکری فضا سازگار ہوئی ۔ اور (سر) سید احمد خان کے ذریعہ اسے فروغ ملا ۔

(سر) سید احمد خان علی گڑھ کالج کے بانی ہیں ۔ ان کی اپنی ایک تفسیر قرآن بھی ہے ۔ یہ انیسویں صدی میں عمر بھر انگریز بالادستی کے لئے تعاون کرنے اور ان سے دوستی جوڑنے کے داعی رہے ۔

اس مذہب نے جہاد کے بارے میں یہ فکر دی کہ :

"جہاد فی الاسلام تو اس وقت تک ایک وقتی حکم تھا ۔ جبتک اسلام ایک دین
نہ بن گیا تھا ۔ اور مسلمان قوم کا حکم نہیں ٹھہرا تھا ۔ پس اب تلوار یا قوت سے اسلام کا
نافذ کرنا ضروری نہیں ۔ بلکہ اسلام کیطرف بلانے میں صلح و آشتی کے طریقے بروئے کار
لائے جائیں ۔ چاہے کچھ بھی ہو ۔ حالات اب انگریز حکومت کی دوستی چاہتے ہیں ۔"

جہاد جیسے رکن پر عمل اسلام کے صدر اول اور خیر القرون سے جو تاحال سمجھا جاتا رہا ہے ۔ اس تفسیر احمد خانی سے وہ بالکل باطل ہو جاتا ہے ۔

" قادیانیت " جو " احمدی فرقے " کی شاخ ہے ۔ اور " احمدیت "[1] میں فرق یہ ہے کہ قادیانیت کے مذہب میں داعئ اول : مرزا غلام احمد کو " نبی " مانا جاتا ہے ۔ اور احمدیت کے مذہب میں مرزا صاحب

---

[1] فاضل مضمون نگار مرزائیوں کے قادیانی اور لاہوری پارٹی میں فرق کرنا چاہتے ہیں ۔ مگر غلطی سے لاہوری جماعت کی بجائے احمدیت لکھا ورنہ قادیانیت اور احمدیت ۔ ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں ۔

کو "مصلح یا مجدّد فی الاسلام" مانا جاتا ہے۔

درحقیقت ہندوستان کے انگریز استعمار ہی تھے جنہوں نے (سر) سید احمد خان کے نام نہاد "دینی اصلاح" کی حوصلہ افزائی کی اور اسے علی گڑھ (ہند) میں ایک کالج کھولنے میں مدد دی پہلے اس کا نام اسلامی کالج تھا۔ اور اب اسلامی یونیورسٹی کے نام سے معروف ہے۔

چونکہ (سر) سید احمد خان اسلام کے رنگ میں ایک انگریز دوست داعی تھے۔ اس لئے (ایک مشہور تاریخی شخصیت) جمال الدین افغانیؒ نے اپنی کتاب (الرد علی الدھریین - دہریوں پر رد) میں (سر) سید احمد خان کو دہری کافر و ملحد اور اسلامی ملک میں انگریز استعمار کا حامی قرار دیا۔

(سر) سید احمد خان نے جب ارض ہند میں انگریز سیاست کے لئے دوستی کے راستے ہموار کئے تو پھر انگریز استعمار ہی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کو فروغ دینے میں حوصلہ افزائی سے کام لیا۔ اور اب تنویر بین المشرقیین (مشرق کو روشن خیال بنانے) اور "تو قیتیب" کی فکر کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد کو تاراج کرنا چاہتی تھی۔ بلکہ مستشرقین نے فکر توقیتیب پر مزید افزائش کی کہ:

"قرآن کو پکڑا جائے، اسکی طرف رجوع کیا جائے، اس لئے کہ یہ کل مسلمانوں کا پہلا بنیادی مرجع اور اصل ہے۔"

"اس فکر کے ذریعہ اوّلاً اسلامی تعلیمات کے متعدد شروح و خلافات کو سامنے رکھ کر فیصلہ نہ کیا جائے، جو ظاہریہ، باطنیہ، صوفیہ اور فقہاء وغیرہ کے مابین ہوئے ہیں۔"

"ثانیاً یہ کہ اسلامی تعلیمات کو پیچیدہ بنانے سے قبل صاف اور سادہ تعلیمات کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس طرح سے اسلامی امت کو وحدت نصیب ہوگی ورنہ کم ازکم آراء اور سیاست میں تو عدم اختلاف کی بناء پر اسے اپنایا جاسکے گا۔"

لیکن جب مستشرقین نے یہ فکر پیش کی اور دیکھا کہ مسلمان تو صحیح خدو خال پر جا رہے ہیں۔ تو انہوں نے اور راہ لی اور اس طرح شرح کرنے لگے کہ:

"قرآن اور صحابہؓ کے دور اوّل کی طرف رجوع کرنا گویا ان ابتدائی تعالیم کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو ابتدائی امت مسلمہ کے ساتھ وابستہ تھیں۔"

پس جو شخص قرآن و صحابہؓ کے دورِ اوّل کو اپنانے کی فکر پیش کرتا ہے۔ مستشرقین اسکی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اس لئے کہ اصلاح تو ترقی اور تطور کا نام ہے۔ اور یہ ترقی جدید شہری طریقے، ہم عصر قوانین اور جدید انسانی تقاضوں کو اپنانے کا نام ہے۔ اور جب انسان ابتدائی دور اور ابتدائی طریقوں کی طرف لوٹتا ہے تو وہ گویا اصلاح کو سمجھ نہیں سکا، بلکہ وہ تو صرف برائے نام اصلاح جو ہے۔"

اس طرح مستشرقین مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے ذریعہ مسلمانوں کو وحدت سے مایوس کرتے ہیں۔

چنانچہ عراق میں عرب اور کرد کے درمیان، شمالی افریقہ میں عرب اور بربر کے درمیان بغداد، ایران اور دیگر ممالک اسلامیہ میں سنی اور شیعہ اختلافات کو ہوا دیتے ہیں۔

جب مستشرقین علم الاجناس اور طبیعۃ اقوام کے استدلال پر اپنی بات کہتے ہیں تو وہ جغرافیائی ماحول اور اسلامی اقوام کے دیرینہ ثقافتی عوامل کے ذریعہ اسلام میں ایک اور رخنہ ڈالتے ہیں۔ کہتے ہیں:

"اسلام ایک نہیں، متعدد ہیں۔ ایک تو صرف اس وقت تھا جس وقت ابتدائی دور میں وحی نازل ہوئی۔ اور مسلمان شرحوں سے رک گئے اور انہوں نے ایمان و طاعت پر زور دیا۔"

"جب مسلمانوں نے شرح کی طرف توجہ دی اور شرح قرآن اور تعالیم اسلام میں اپنی قدیم ثقافتیں اور موروثی عادات کو داخل کیا تو اسلام کا نہ ایک راستہ رہا اور نہ ایک دین، بلکہ یہ تو مختلف دینوں میں بٹ گیا جو مکمل اسلام نہیں، بلکہ اس کا صرف اسلام سے تعلق ہے۔ جیسا کہا جائے ہند کا اسلام، ترکی کا اسلام شمالی افریقہ کا اسلام مصر کا اسلام، ملایا انڈونیشیا وغیرہ کا اسلام۔ اور ہر ملک کا اسلام دوسرے ملک کے اسلام سے مختلف ہے۔ اور ہر ملک کے اسلام کا ایک مفہوم ہے۔ ان کے یہ افہام صحیح ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب مسلمان اسلامی مصادر اور محمد (صلعم) کی رسالت سے منحرف نہیں۔"

اب یہاں مذکورہ شرح میں مسلمانوں کی جمعیت میں رخنہ پردازیوں کے ساتھ ساتھ مستشرقین کی طرف سے ایک اور عامل داخل ہوتا ہے۔ وہ عامل "اسلام کا مسیحیت سے جوڑ اور متاثر ثابت کرنا ہے"۔ بہت سے مسیحیوں کی رائے ہے کہ: "دین مسیحی ایک فردی یا شخصی دین ہے جو فرد کے مطابق بنتا ہے۔ اور اسکی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے۔"

"مسیحی حضرات آپس میں کتنے ہی مختلف ہو جائیں مسیحیت کے فہم و تصدیق میں ایک ہی ہیں۔ اس لئے کہ مسیحیت ارکان و مبادی سے بنا ہوا دین نہیں۔ بلکہ یہ اصول مقدس کی بابت کسی فرد کا شعور اور احساس ہے۔ اور مسیحی وحی کوئی کتاب نہیں جس کی تلاوت ہو اور شرح کی جائے، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہی مسیحی شخص کے لئے سب کچھ ہیں۔ جو اسے حاضر ہوتا ہے اور وہ اسکی اقتداء کرتا ہے۔"

اور یہ لوگ اپنی استعماری عادت کے ساتھ ساتھ مسیحیت کے اس تصور کے ذریعہ اسلام پر ضرب لگانے لگے۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ امت مسلمہ کی تاریخ مسلمانوں کے مختلف ادوار میں آپس میں اس اسلام کے ساتھ تعلق کی تاریخ ہے جس کے اصول مقرر ہیں۔ اور وحی محمدیؐ تب بند ہوئی کہ اس کے مبادی بتا دیئے گئے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

اور مسلمان جس دور سے گذر رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کا اسلام سے تعلق پر ہے۔ بلکہ مستشرقین اسلام کو ترقی پذیر بتاتے ہیں کہ اسلام زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ مقامی اور عالمی حوادث کی تاثیر کے تحت اپنے مبادی میں جدت پیدا کرتا ہے۔

اور یہیں سے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ:

"وہ تاریخ اسلام کے ماضی قریب یا ماضی بعید کو نہ اپنائیں، بلکہ لازم ہے کہ اسلام کو جدید رنگ میں ڈھالیں اور اسے ایسی شکل میں ترقی دیں جو موجودہ انسانی تقاضوں کو پورا کرے۔ اس لئے کہ ماضی کی بات حال پر صحیح نہیں اترتی، کہ ماضی کی بات تو اپنے وقت کے تقاضے پر تھی جو گذر گئی۔ اور انسانی تمدن ہی اپنی راہ ترقی میں اسلام کو کمی بیشی کی تلقین کرتا ہے۔"

اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ پہلا اسلام ——— جو مسلمانوں کا قرآن کو سمجھنے کا پہلا مفہوم ہے۔ ختم ہو گیا۔ اور زمانہ ہی بنیادی عامل ہے۔ جو اسلام کو نیا رنگ دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کو نئے تمدن پر گامزن کرتا ہے۔ جس میں قانون اور زندگی کے بڑے بڑے نمونے ہیں۔ اور امت بنانے کی بنیادیں اور نظام حکم ہوتا ہے قوموں کو ایک دوسرے کے ساتھ علاقات ہوتے ہیں۔ اسلام بحیثیت دین اصول و مبادی کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ تو انسان کی تہذیب اور اسکی صفائی نفس پر عمل کرنے والی عادت و رجحان کا نام ہے۔"

جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک نہیں بلکہ متعدد اقوام کی وجہ سے اور فہم قرآن میں ان اقوام کے مسلمانوں کا ثقافتی عوامل کے اختلافات کی بناء پر متاثر ہونے کی وجہ سے اسلام متعدد ہیں ——— چنانچہ

اسلام مسلمانوں کے فرقوں کی وجہ سے بھی متعدد ہیں - یہ صوفیوں کا اسلام ہے تو یہ فقہاء کا اسی طرح مصادر و مآخذ کے لحاظ سے بھی اسلام متعدد ہیں۔ یہ قرآن کا اسلام ہے۔ تو وہ حدیث و سنت کا ہے۔ جو قرآن سے مختلف ہے۔

یہ دو فکریں اور دو تجاویز یعنی :

۱۔ حادثات زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلام کا نیا بنانا اور اسلام کے بعض مبادی اور احکام کو کسی وقت کے لئے مقرر کرنا۔

۲۔ متعدد اقالیم کے مسلمانوں کے لئے اور متعدد فرقہائے اسلام یا متعدد مصادر کے لئے متعدد اسلام ٹھہرانا۔

یہ دونوں افکار ایسے ہیں کہ آج مصر اور بیرون مصر میں بہت سے سادہ لوح مسلمانوں پر اس کا جنون سوار ہے ـــ یہ تو درکنار دنیائے مشرقِ اسلامی کے باتعلیم و تہذیب یافتہ حضرات پر ان افکار کے تأثر کا یہ عالم ہے کہ ثقافت اسلامیہ پر کام کرنے والے حضرات ہی متعدد طریقوں سے ان دونوں افکار کی ترویج اور ان کی طرف بلانے کا بیڑہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کا پہلا وسیلہ یہ ہے :

کہ اسلامی اقدار کو کمزور کیا جائے اور مسلمانوں کو وحدت و یگانگت سے مایوس کیا جائے۔

دوسرا وسیلہ ان کے اس فکر کا ہے کہ : اسلام بحیثیت دین اصول و مبادی کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ اسلام تو انسان کے نفس کی صفائی پر عمل کرنے اور انسان کی بہتری و تحسین کی طرف روحانی رغبت کا نام ہے۔

اس سے ان مستشرقین کی غرض یہ ہے کہ اسلام کو افراد کے آپس میں علاقات سے منسلک کرنے والے نظام یعنی (دولت یا امت یا حکومت) سے دور کیا جائے۔

بالفرض اگر مسلمانوں میں کوئی شخص ایک تجویز کی شکل میں ان کا مندرجہ ذیل فکر رائج کردے کہ :

" اسلام حکم و سیاست سے بعید ہے۔ یا یہ کہے کہ اسلام اس قابل نہیں کہ اس میں دینی قوام اور دینی ارشاد موجود ہو۔ اور ایک جماعت ان تعلیمات سے ممتاز ہو۔ بلکہ اسلام تو ایک فردی اور شخصی دین ہے۔ اس میں ایک کا دوسرے پر تسلط نہیں۔"

اس قسم کی بات کہنے والا کوئی نئی بات نہیں کہے گا۔ بلکہ وہ تو مستشرقین کی تعلیمات کی صورت میں استعمار کی بنائی ہوئی فکر کو دہرائے گا۔ یہی مثال اس شخص کی ہوگی جو اسلام کو ماڈرنائز اور ترقی یافتہ بنانے اور متعدد دین ...... وغیرہ کی فکر پیش کرے گا ـــ نتیجہ یہ نکلا کہ :

ـــ یہ فکر کہ " جہاد ختم ہوا ہے یا جہاد کا حکم تو وقتی طور پر تھا۔" استعمار کی فکر ہے۔

- یہ فکر کہ : دنیا کے حالات کا تقاضا ہے کہ مسلمان غیر مسلم کے ساتھ رشتے جوڑیں اور ان کی حکومت سے راضی ہوں۔ استعمار کی فکر ہے۔
- یہ فکر کہ : اسلام خود راہِ ترقی میں زمانہ کے عوامل کے سامنے عاجز ہے اور نیا ہوتا رہتا ہے۔ استعمار کی فکر ہے۔
- نیز ماضی کی تعالیم پر کاربند نہ رہنے کی فکر۔ استعمار کی طرف سے ہے۔
- یہ فکر یعنی : متعدد اقوام واجناس اور متعدد مسلکوں اور مصادر کے لئے ایک اسلام کی بجائے متعدد اسلام ٹھہرانا۔ استعمار کی فکر ہے۔
- یہ فکر کہ : اسلام ایک فردی اور شخصی دین ہے۔ اور ایک شخص کے دوسرے کے ساتھ علاقات میں دخل دینے کا مجاز نہیں، مسیحیت اور استعمار کی فکر ہے۔ یہ (فصل الدین عن الدولۃ) "سیاست کا دین سے جوڑ نہیں" کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔
- اسلام کے مبدأ "مسلم عورت کا کافر کے ساتھ نکاح جائز نہیں" کے حکم کو عنصریت سے تعبیر کرنا، اور جہاد فی سبیل اللہ کے فرض ہونے کے حکم کو غدر اور تجاوز و اعتداء سے تعبیر کرنا۔ اور مرد کا عورت پر قوام ہونے کے نص کو جنسی برتری سے تعبیر کرنا اور اس قسم کے دیگر مسائل استعمار کی پیداوار ہیں۔ (بہ شکریہ مجلہ رابطۃ العالم الاسلامی۔ مکۃ المکرمہ شمارہ مارچ ۱۹۷۷)

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں

جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا

استعمال کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی

★

نوشہرہ فلور ملز — جی ٹی روڈ — نوشہرہ

فون نمبر ۱۲۶